AFKĀR *Research Journal of Islamic Studies*
Volume 3, Issue 2, December 2019, PP: 53-62
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; www.iri.aiou.edu.pk

Scan for download

تقویٰ اور ورع: اشتراکات واختلافات کا جائزہ

Taqwā and War'a: An Analysis of Communalities and Differences

Dr. Asghar Ali Khan
Assistant Professor
Mirpur University of Science & Technology MUST, Mirpur A.K
Email: asghar111@gmail.com

Abid ul Hassan
M.phil Scholar
Mirpur University of Science & Technology MUST, Mirpur A.K

ABSTRACT

A true believer has an intrinsic desire for eternal success in the hereafter. The main criterion is the attribute of Taqwā – fear of Allah. It is the core of wisdom and the basis of Taṣawwuf – spirituality in Islam. As a matter of fact, one will surely be blessed in both worlds if only he observes Taqwā and abstains from every unlawful act as these are the obstacles to a peaceful society and success of an individual in the hereafter. The article talks about the concept of Taqwā and its elaboration within the views of renowned spiritual personalities. It also brings the discourse that whether the qualities of Taqwā and War'a are the same or these are two different attributes. Islam has clearly defined lawful and unlawful acts. A Muslim cannot spend his life by his own will. Obedience of Allah is mandatory. Observance of Ḥalāl and abstaining Ḥarām along with performance of obligatory worships brings closeness of Allah, ensures entrance into Paradise and leads the society towards peace and harmony.

Keywords: *Taṣawwuf, Taqwā, War'a, Ḥalāl, Ḥarām.*

اس کائناتِ ہفت رنگ میں ہر شئے کو کسی مقصد کے تحت تخلیق فرمایا گیا ہے۔ مگر سب سے بڑا مقصد جو انسان کو تفویض کر کے تخلیق کیا گیا، وہ انتہائی مشکل اور دقت آمیز ہے۔ جو ہر مشکل کے بعد آسانی کے مفہوم کو سمجھ گیا، اس کے لیے مقصد کو پورا کرنے میں تکلیف نہیں ہے۔ کیونکہ کامیابی و کامرانی اسی کی ہے جو مقصدِ تخلیق کو سمجھ کر صرف اس ذات کا ہو گیا جس نے اس کو عمدہ ترین مخلوق بنایا۔ اللہ نے انسان کی راہ نمائی کے لیے جو دستاویز قرآن کریم کی صورت میں اتاری، اس میں خالقِ کائنات کا قُرب حاصل کرنے کے مختلف درجات بیان فرمائے ہیں۔ مثلا

"يَا ايُّهَا الَّذِينَ امَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ"[1]

اے مؤمنو! اللہ کا خوف ایسے رکھو جیسے اس سے خوف رکھنے کا حق ہے۔

تقویٰ کے مختلف معانی

علی بن محمد جرجانی نے "التعریفات" میں تقویٰ کی تعریف مختلف ترجیحات کی بنیاد پر کی ہے۔

التقوى: في الطاعة يراد بها الاخلاص،

اطاعت میں تقویٰ سے مراد "اخلاص" ہے۔

وفي المعصية: يراد بها الترك والحذر،

نافرمانی میں اس سے مراد (گناہ) ترک کر دینا اور بچنا ہے۔

وقيل: ان يتقي العبد ما سوى الله تعالى،

یہ قول بھی ہے کہ ماسوا اللہ سے بچنا ہے۔

وقيل: مجانبة كل ما يبعدك عن الله تعالى،

ہر اس چیز (عمل) سے بچنا جو تجھے اللہ تعالیٰ سے دور کر دے۔

وقيل: الا ترى في نفسك شيئا سوى الله،

تو اپنے نفس میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہ دیکھے۔

وقيل: ترك ما دون الله، والمتبع عندهم هو الذي اتقى متابعة الهوى،

اللہ کے علاوہ ہر کسی کو چھوڑ دینا۔ ان (اہلِ حقیقت) کے نزدیک جو خواہشات کی پیروی سے بچے اطاعت گزار وہ ہے۔

وقيل: الاقتداء بالنبي عليه السلام قولًا وفعلًا۔[2]

یہ بھی فرمایا کہ قول اور فعل میں نبی ﷺ کے اسوہ کی پیروی کرنا۔

تقویٰ اور متقی کی حقیقت

تقویٰ کی حقیقت کے بارے میں حضرت عمر فاروقؓ اور کعب الاخبارؒ کی حدیثہ مبارکہ رہنمائی کا بہترین ذریعہ ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے کعب الاخبار سے فرمایا! تقویٰ کے بارے میں مجھے اگاہ کریں۔ انہوں نے سوال کیا! کیا آپ نے کبھی پُر خار راہ اختیار کی؟ فرمایا! ہاں۔ ابو چھا! اس میں آپ نے کیا طریقہ اختیار کیا؟ فرمایا میں خود بچا اور کپڑے بھی سمیٹے۔ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا! یہی تقویٰ ہے۔[3]

نیز ابن المعتز نے اسے اپنے اشعار میں اس طرح بیان کیا:

ونظمه ابن المعتز فقال:

خلّ الذنوب صغيرها ... وكبيرها ذاك التقى

واضع كماش فوق ار ... ض الشوك يحذر ما يرى

لا تحتقرنّ صغيرة ... انّ الجبال من الحصا"[4]

چھوٹے اور بڑے گناہوں کو چھوڑ دو، یہ تقویٰ ہے۔

اس طرح رہ جس طرح کانٹوں والی زمین پر چلنے والا جس (کانٹے) کو بھی دیکھتا ہے اس سے بچتا ہے۔

تو چھوٹے (گناہوں) کو کم نہ جان، بلاشبہ پہاڑ کنکریوں سے تیار ہوتے ہیں۔

عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا! دن ورات کو ہر طرح کی عبادت کرنا یہ تقویٰ نہیں ہے۔ بلکہ تقویٰ اللہ کے حرام کردہ سے بچنا اور فرائض کی ادائیگی ہے۔ بعد میں ہی بہترین رزق ہے۔[5]

امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ دل کی غفلت سب سے بڑا نقصان کا سبب ہے تو اس کو غفلت میں ڈالنے والی اشیاء سے بچائے رکھنا سب سے بڑی کامیابی ہے۔ شہوات نفسانی اور اعضاء کو برے افعال پر کاربند کرنے والے اعمال سے بچانا بھی بہت ضروری ہے۔

"وقيل: هو ان تتقي بقلبك عن الغفلات، وبنفسك من الشهوات، وبحلقك من اللذات، وبجوارحك من السيئات، فحينئذ يرجى لك الوصول لما ملك الارض والسموات.وقال مالك: حدثنا وهب بن كيسان انّ بعض فقهاء اهل المدينة كتب الى عبد الله بن الزبير ۔۔۔الخ"[6]

فرمایا! تو دل کو غافل کرنے والی اشیاء سے، اپنے نفس کو شہوات سے، اپنے حلق کو لذت سے اور اپنے جوارح کو بداعمالی سے بچائے۔ اس وقت زمین اور آسمان کے مالک کے پاس تیرے پہنچنے کی امید کی جاسکتی ہے۔ امام مالک نے فرمایا! کہ وہب بن کیسان سے ہے کہ بعض مدنی فقہاء نے عبد اللہ بن زبیرؓ کو لکھا کہ متقی اپنی نشانیوں سے پہچانا جاتا ہے: آزمائش کے وقت صبر، قضاء پر رضا، نعمت کا شکر قرآن کے احکامات کے سامنے جھک جانا۔

تقویٰ پر ابھارنے والی چیزیں

علامہ کلبی اپنی تفسیر میں تقویٰ پر ابھارنے والی اشیاء کا ذکر کرتے ہیں اور دس اشیاء کو بیان فرماتے ہیں۔ آخر میں اشعار سے اس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔

"خوف العقاب الاخروي، وخوف العقاب الدنيوي، ورجاء الثواب الدنيوي، ورجاء الثواب الاخروي، وخوف الحساب، والحياء من نظر الله، وهو مقام المراقبة، والشكر على نعمه بطاعته، والعلم لقوله: انَّما يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبادِهِ الْعُلَماءُ. وتعظيم جلال الله، وهو مقام الهيبة، وصدق المحبة لقول القائل: ۔۔الخ "[7]

تقویٰ پر ابھارنے والی دس چیزیں ہیں: آخرت میں سزا کا ڈر، دنیا میں سزا کا ڈر، دنیوی ثواب کی امید، اخروی ثواب کی امید، حساب کا خوف، اللہ کے دیکھنے کی وجہ سے حیاء، یہ مراقبہ کا مقام ہے۔ اس کی اطاعت کر کے نعمتوں کا شکر اداء کرنا، اللہ کے اس قول کا علم ہونا: بے شک اللہ رب العزت سے اہل علم ہی خوف رکھتے ہیں۔ اللہ کے جلال کی تعظیم کرنا، یہ رعب کا مقام ہے۔ اہلِ محبت نے

قائل کے قول کو سچ گردانہ ہے

تواللہ کا نافرمان ہے اور ظاہر اس کی محبت کو کرتا ہے   قسم ہے میری عمر کی، یہ بہت عجیب چیز ہے

اگر تیری اطاعت سچی ہوتی تو، تُواس کی اطاعت کرتا   بے شک مُحب اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے۔

اس(عاشقہ نے بات کی اور میں نے اس کے عاشق کا حال پوچھا

اللہ کی قسم !اس کی صفت کمی وزیادتی نہ کی گئی

میں نے کہا: اگراسے پیاس کی وجہ سے موت کا گمان بھی ہو تو

میں نے کہا: تو بھی پانی کے پاس جانے سے رُک جاجس

کو(پینے)کا اس نے ارادہ نہیں کیا

جب تک انسان کے اندر اللہ کا خوف اور اس کی جزاوسزا کاڈر نہ ہو گا تو وہ نیک اعمال کی طرف راغب نہ ہو گا۔اس لیے ضروری ہے کہ اس کی اطاعت کے لیے اپنے نفس کو مائل کیا جائے، تاکہ ظاہری و باطنی حسن میں نکھار پیدا ہو سکے۔

تقویٰ کے درجات

علامہ کلبی نے تقویٰ کے پانچ درجات بیان کیے ہیں۔

"درجات التقوى خمس: ان يتقي العبد الكفر، وذلك مقام الاسلام، وان يتقي المعاصي والحرمات وهو مقام التوبة، ---------الخ"[8]

تقویٰ کے پانچ درجات ہیں: بندہ کُفر سے بچے، یہ اسلام کا مقام ہے(اسلام قبول کرنا ہے)،نافرمانی اور حرام کردہ سے بچے، یہ توبہ کا مقام ہے۔شبہات سے بچے یہ ورع کا مقام ہے۔مباحات سے بچے یہ زُہد کا مقام ہے۔اپنے دل میں غیر اللہ کے موجود ہونے سے بچے یہ مشاہدہ کا مقام ہے۔

تقویٰ کے درجات

علامہ کلبی نے تقویٰ کے پانچ درجات بیان کیے ہیں۔

"درجات التقوى خمس: ان يتقي العبد الكفر، وذلك مقام الاسلام، وان يتقي المعاصي والحرمات وهو مقام التوبة، ---------الخ"[9]

تقویٰ کے پانچ درجات ہیں: بندہ کُفر سے بچے، یہ اسلام کا مقام ہے(اسلام قبول کرنا ہے)،نافرمانی اور حرام کردہ سے بچے، یہ توبہ کا مقام ہے۔شبہات سے بچے یہ ورع کا مقام ہے۔مباحات سے بچے یہ زُہد کا مقام ہے۔اپنے دل میں غیر اللہ کے موجود ہونے سے بچے یہ مشاہدہ کا مقام ہے۔

امام تستری نے احسن انداز میں بیان فرمایا:

"والمتقون هم الذين تبرؤوا من دعوى الحول والقوة دون الله تعالى، رجعوا الى اللجا والافتقار الى حول الله وقوته في جميع احوالهم، فاعانهم الله ورزقهم من حيث لا يحتسبون، ------الخ"[10]

"متقین ماسوا اللہ ہر کسی کی طاقت و قوت سے بری ہوتے ہیں۔ فقر، خوش حالی اور تمام حالات میں اللہ تعالی کی طاقت و قوت کی طرف ہی رجوع کرتے کیا۔ تو اللہ تعالی نے جہاں وہم و گمان بھی نہ تھا وہاں سے رزق اور مدد دی۔ اور جس آزمائش میں اللہ نے ڈالا اس کے لیے آسانی بھی بنادی۔ سہل نے کہا کہ: اللہ کے فعل سے ہی اس کی طاقت و قوت ہے، اس کا فعل علم کے مطابق ہے اور علم اس کی ذاتی صفت ہے۔ بندے کی طاقت اور قوت اس کے دعویٰ کے وقت ہی ہے۔ اور وقت کا مالک اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں ہے"۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے تقویٰ کی اہمیت بیان فرمائی:

"حضرت ابن عمرؓ نے کہا: بندہ جب تک سینے میں کھٹکنے والی چیز کو چھوڑ نہیں دیتا تب تک تقویٰ کی حقیقت نہیں پا سکتا۔"[11]

معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کا مقام و مرتبہ یہ ہے کہ متقی اللہ کا ہو کر رہتا ہے اور باقی کسی سے کوئی خوف و ڈر نہیں رکھتا۔ ہر لمحہ اللہ کی طرف لگا رہتا ہے اور مشکلات کی التجائیں بھی اللہ ہی سے کرتا ہے۔ کیونکہ رب تعالی کی طاقت کے آگے کوئی بھی نہیں ہے اور اس کو قوت سے بلند و بالا ہے۔

ورع کا مفہوم

احمد فارس نے "ورع" کی تعریف یوں کی ہے۔

"الْوَرَعُ: الْعِفَّةُ، وَهِيَ الْكَفُّ عَمَّا لَا يَنْبَغِي"[12]

ورع سے مراد "پاکیزگی" ہے۔ نہ چاہنے والی چیز سے بچنا۔

"الورع: هو اجتناب الشبهات خوفًا من الوقوع في المحرمات"[13]

ورع سے مراد حرام کردہ اشیاء میں پڑنے کے خوف سے شبہات سے بھی بچنا ہے۔۔

المکاسب والورع میں حارث بن اسد نے اس کی تعریف کی ہے

"قَالَ المجانبة لكل مَا كره الله عز وَجل من مقَال او فعل بقلب او جارحة والحذر من تَضْيِيع مَا فرض الله عز وَجل عَلَيْهِ فِي قلب او جارحة"[14]

دل اور جوارح کے ساتھ ہر اس قول و فعل سے بچنا جو اللہ رب العزت کو ناپسند ہو۔ دل اور اعضاء پر اللہ رب العزت نے جو بھی فرض فرمایا اس کو ضائع کرنے سے بچنا۔

ورع کی اہمیت

حضرت عمر فاروقؓ نے بڑے پیارے انداز میں ورع کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے:

"انَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ:ايُّ النَّاسِ افْضَلُ؟ قَالُوا: الْمُصَلُّونَ. قَالَ: انَّ الْمُصَلِّيَ يَكُونُ بَرًّا وَفَاجِرًا. قَالُوا: الْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. -------الخ"[15]

عمرؓ بن خطاب نے فرمایا: کون سے بند افضل ترین ہے؟ سب نے کہا: نماز پڑھنے والے۔ فرمایا! نمازی تو نیک اور بد بھی ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا! راہ اللہ کے مجاہدین (افضل) ہیں۔ فرمایا! مجاہد بھی تو نیک و بد ہو سکتے ہیں۔ سب نے کہا: پھر روزہ

دار(افضل)ہیں۔ فرمایا! روزہ دار بھی تو نیک وبد ہو سکتے ہیں عمر سے، مگر متقی دین الہیٰ میں، اللہ کی مکمل فرمانبرداری اختیار کرتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"فضیلتِ عبادت سے علم کی فضیلت زیادہ ہے اور تمہارے دین کی بادشاہی ورع ہے"[16]

حضرت عمر فاروقؓ نے بالکل واضح انداز میں تقویٰ کی حقیقت واہمیت کو بیان فرمادیا کہ متقی بس ایک اللہ کا ہو کر رہتا ہے۔ باقی عبادات بجالانے والے کسی نہ کسی طرح دیگر خیالات میں گم ہوتے ہیں مگر تقویٰ والے اپنی تمام تر توجہات ایک مالک کی طرف رکھتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

احادیثِ ورع

امام شعبی نے نعمان بن بشیر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ورع کے متعلق فرمایا:

" سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:انَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَانَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا امُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ"[17]

میں نے آقا کریم ﷺ کا فرمان سنا، بلاشبہ حلال و حرام واضح ہیں ان کے درمیان مشتبہ امور (کام) ہیں۔

ایک اور روایت کرتے ہیں:

"قَالَ:وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَا عِرْضَهُ وَدِينَهُ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ"[18]

فرمایا: دونوں (حلال و حرام) کے اندر مشتبہات ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جو شبہات سے محفوظ رہا اس نے اپنے دین و آبرو کو بچالیا، اور جو شبہات میں داخل ہوا وہ حرام (کام) میں پڑا۔

امام خطابی اس کی وضاحت میں رقم طراز ہیں:

"هذا الحديث اصل في الورع وفيما يلزم الانسان اجتنابه من الشبهة والريب.ومعنى قوله وبينهما امور مشتبهات اي انها تشتبه على بعض الناس دون بعض وليس انها في ذوات انفسها مشتبهة لا بيان لها في جملة اصول الشريعة فان الله تعالى لم يترك شيئا يجب له فيها حكم الا وقد جعل فيه بيانا ونصب عليه دليلا"[19]

یہ حدیث ورع کی اصل ہے۔ کس میں بندہ کو شک و شبہ سے بچنا لازم ہے۔ اس قول کا معنیٰ کہ ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں، اس کا معنیٰ ہے کہ یہ (امور) بعض لوگوں پر مشتبہ ہیں اور بعض پر نہیں ہوتے۔ یہ بنفسہ مشتبہ نہیں ہوتے کہ شریعت کے اصول میں اس کا بیان ہی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی چیز ایسی نہیں چھوڑی جس میں اس کا حکم بھ بیان نہ کر دیا ہو نیز اس کو بیان بھی کیا اور دلیل بھی قائم کی ہے۔

ابن بطال حسان بن ابی حسان کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں:

"مَا رَايْتُ شَيْئًا اهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ، دَعْ مَا يَرِيبُكَ الَى مَا لا يَرِيبُكَ"[20]

مجھے ورع سے آسان کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ جو (چیز) تجھے شبہ میں مبتلا کرے اس کو شک میں نہ ڈالنے والی (کی ترجیح) پر چھوڑ دے۔

ابن بطال اس کی تشریح یوں کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"دع ما تشك فيه ولا تتيقن اباحته، وخذ ما لا شك فيه ولا التباس. وقال ابن المنذر: قال بعضهم: الشبهات تنصرف على وجوه: فمنها شيء يعلمه المرء محرمًا ثم يشك فيه هل حل ذلك ام لا، فما كان من هذا النوع فهو على اصل تحريمه، لا يحل التقدم عليه الا بيقين، مثل الصيد حرام على المرء اكله قبل ذكاته، واذا شك في ذكاته لم يزل عن التحريم الا بيقين الذكاة"[21]

جس کی حلت و حرمت پر یقین نہ ہو اسے ترک کر دو۔ جس میں شک اور اتباس نہ ہو اس پر عمل کرو۔ ابن المنذر نے کہا کہ (متورعین) مین سے بعض نے شبہات کی کوئی وجوہات بیان کی ہے۔

ا۔ جس کو آدمی حرام جانتا ہے مگر شک میں پڑ جائے کہ حلال ہے یا حرام۔ تو یہ قسم حرام ہے۔ کسی یقین کے بغیر وہ حلال نہیں ہو گی۔ جیسے کہ شکار ذبح کرنے سے پہلے آدمی پر حرام ہے۔ اور جب ذبح ہونے میں بھی شک ہو جائے تو جب تک ذبح کا یقین محکم نہ ہو جائے وہ حرام ہی ہے۔

۲۔ چیز حلال ہو مگر اس کی حرمت کے متعلق شک ہو جائے۔ جب تک اس کے حرام ہونے کے بارے میں یقین محکم نہ ہو جائے یہ چیز مباح تصور ہو گی۔ مثلاً کسی مرد کو اپنی بیوی کے بارے میں طلاق کا شک پڑ جائے۔

۳۔ کسی چیز کے کی حلت و حرمت کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو۔ (حلت و حرمت) دونوں کا احتمال ہو اور کسی کا تعین نہ ہو۔ بہتر ہے اس سے بچا جائے۔ جیسے کہ رسول کریم ﷺ نے گری ہوئی کھجور تناول کرنے سے اجتناب کیا۔

مشتبہ امور

امام ابن حجر عسقلانی مشتبہ امور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

"مشتبہات کے متعلق قرآن و حدیث کی نصوص میں اختلاف ہوتا ہے۔ نیز مختلف معانی ہوتے ہیں۔ ایک صورت میں حرمت کی دلیل ہو اور دوسری میں حِلت کی دلیل ہو۔ اسی کے متعلق رسول ﷺ نے فرمایا! کہ ان کے درمیان مشتبہ امور ہیں۔ اسی کے متعلق فرمایا!" جس نے شبہات کو ترک کیا اس نے اپنی آبرو و دین کو بچا لیا" ان (شبہات) سے بچنا ورع ہے۔ اس کی حرمت جاننے والا اس کی طرف نہیں جاتا۔ کیونکہ حرام واضح نص سے یا نص کے مفہوم سے پہچانا جاتا ہے"[22]

مشتبہات کیا ہیں؟

مشتبہات کے بارے میں امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ یہ کیا ہیں؟ اور ان کا تعین کیسے ہو گا؟

"مشتبہات کے معانی علماء کے ہاں مختلف فیہ ہیں۔ ایک گروہ کے نزدیک: شبہات وہ ہیں جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے حرام یا حرام کے حکم میں ہونے کے متعلق اشارہ فرمایا ہے۔ انہوں نے اس بات سے دلیل لی ہے کہ "جو شبہات سے محفوظ رہا اس نے دین و آبرو کو بچا یا" انہوں نے کہا کہ جس نے اپنے دین کو اور عزت کو محفوظ نہ کیا وہ حرام میں گر گیا۔ اس حدیث میں مذکورہ مشتبہات اس دلیل کے ساتھ حلال ہیں "چرواہے کی طرح جو کہ چراگاہ کے ارد گرد ہو" شبہات کو طراگاہ کے گرد بیان کیا ہے، کیونکہ جو کچھ چراگاہ

کے ارد گرد ہے وہ چراگاہ میں شامل نہیں ہے۔ یہ دلالت کرتا ہے کہ وہ حلال ہیں اور ان کو ترک کرنا ورع ہے"[23]

ورع کی اقسام

امام غزالی نے ورع کی درج ذیل اقسام بیان کی ہیں۔

ا۔ صدیقین کا ورع یہ ہے کہ عبادت پر طاقت کی نیت کے بغیر جس کا حصول ممکن نہ ہو، اس کو ترک کرنا۔

۲۔ متقین کا ورع یہ ہے: جس میں شبہ نہ ہو اس کو بھی ترک کرنا، صرف یہ ڈر ہو کہ وہ حرام کی طرف نہ چلے جائیں۔

۳۔ صالحین کا ورع یہ ہے: حرمت کا احتمال بھی ہو تو اس کو ترک کر دینا۔

۴۔ شہود کا ورع یہ ہے: اس کو ترک کرنا جس سے شہادت دینا ساقط ہو جاتا ہے۔ یعنی حرام و حلال سے یہ عام ہے۔[24]

فتوح الغیب میں شیخ عبد القادر جیلانی نے "دع ما یریبک" کی وضاحت اس طرح کی ہے۔

"مخلوقات کے صدقات و عطیات کی خواہش نہ رکھ اور نہ ان سے خوفزدہ ہو کیونکہ یہ بھی شرک ہے اور شرک سے زیادہ مکروہ اور مشتبہ چیز اور کیا ہوگی۔ اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھ اور اس کا عطاء کردہ رزق تجھ کو پہنچنا لازم ہے۔ پس چاہیے کہ تیری توجہ کا مرکز ایک ہو، تیرا مطلوب ایک ہو اور تیرا دینے والا ایک ہو۔ اور وہ تیرا وہی خالق و پروردگار ہے جس کے دستِ قدرت میں بادشاہوں کی پیشانیاں ہیں، جس کے قبضہ میں تمام مخلوق کے اجسام و قلوب ہیں"۔[25]

امام قشیری اور ورع

امام قشیری ورع کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔

"قَالَ ابْرَاهِيم بْن ادهم الورع ترك كُل شبهة وترك مالا يعنيك هُوَ ترك الفضلات"[26]

ابراہیم بن ادہم نے کہا کہ ورع ہر شبہ کو ترک کرنا ہے، نیز لایعنی کاموں کو ترک کرنے س مراد فضلات (فضول کاموں) کا ترک کرنا ہے۔

یحییٰ بن معاذ نے کہا کہ ورع کی دو اقسام ہیں۔

ا۔ ظاہری: کہ وہ حرکت بھی اللہ کی رضاء کے لیے کرے۔

۲۔ باطنی: تیرے دل میں اللہ کے سوا کوئی داخل نہ ہو۔

"وقيل: جاءت اخت بشر الحافي الَى احْمَد بْن ابْن حنبل وَقَالَتْ: انا نغزل عَلَى سطوحنا فتمر بنا مشاعل الظاهرية ويقع الشعاع عَلَيْنَا افيجوز لنا الغزل فِي شعاعها ------الخ"[27]

کہا جاتا ہے کہ بِشر حافیؒ کی بہن امام احمد بن حنبل کے پاس آئی اور کہا: ہم اپنے گھروں کی چھتوں پر سوت کاتتی ہیں۔ ہمارے پاس سے قافلے گزرتے ہیں ان کی روشنی (دِیا جلانے کی) ہم پر بھی پڑتی ہے۔ کیا ہمارے لیے جائز ہے کہ ہم اس شعاع میں سوت کاتیں؟ احمد نے کہا: تو کیون ہے اللہ تجھے معاف فرمائے، اس نے کہا میں بِشر حافی کی بہن ہوں۔ امام احمد رو پڑے اور فرمایا: تمہارے گھر سے تو سچی ورع نکلتی ہے تم ان کی شعاع میں سوت نہ کاتو۔

اشتراکات واختلافات

بحثِ مذکور کے بعد یہ بات مد نظر ہو کہ کیا تقویٰ اور ورع ایک ہی چیز ہیں یا تقویٰ الگ چیز ہے اور ورع الگ ہے۔ اگر تقویٰ اور ورع کی تعریفات پر توجہ کی جائے تو یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ متقی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجاآوری کرتا ہے، فرائض کی بجا آوری لاتا ہے اور گناہوں سے دور رہتا ہے۔ جب کہ متورع یہ تمام کام سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ مشتبہ اشیاء سے بھی بچتا ہے اور مستحبات کی ادائیگی میں بھی بھرپور سعی کرتا ہے۔

امام قشیریؒ تقویٰ اور ورع کے متعلق فرماتے ہیں کہ تقویٰ، ورع کو اختیار کرنے سے ظاہر ہوتا ہے اور ورع تمام شبہات سے بچنا ہے۔ " تقویٰ کی پہچان ورع ہے، اور ورع کی پہچان شبہات سے بچنا ہے "معلوم ہوا کہ تقویٰ گناہوں سے پرہیز، جھوٹ بولنے سے رکنا، رذائلِ اخلاق سے دوری کا نام ہے اور ورع اللہ کی محرمات اشیاء سے دوری کے بعد جو چیزیں ان حرام کے بارے میں شک وشبہ بھی پیدا کرتی ہوں ان سے دوری اختیار کرنا ہے۔ پھر تقویٰ کے متعلق رقم طراز ہیں: کہ تقویٰ صرف حدود الٰہی کی پاسداری کا نام ہے۔ اس میں کمی و کوتاہی نہ کی جائے بلکہ جیسے اللہ تعالیٰ نے احکامات دیئے ہیں مِن وعَن تسلیم کرنے کے بعد بجاآروی تقویٰ کہلاتا ہے۔ تقویٰ حدود کی پاسداری کے ساتھ (گناہوں) سے بچنا ہے۔ اس میں کمی وزیادتی نہ ہو۔ متقی اپنی ذات کو احسن انداز میں پہچاننے کے ساتھ مصائب کو برداشت کرتا ہے، اللہ کی رضا پر راضی ہوتا ہے، انعامات پر شکر گزاری کرتی ہے، اللہ کے احکامات کے سامنے جھک جاتا ہے۔

"فانّ لاهل التقوى علاماتٍ يعرفون بها ويعرفونها من انفسهم، -------الخ"[28]

تقویٰ سے اگلا درجہ ورع کا ہے۔ جن اعمال کو شرع نے حرام کیا اوران کے بارے میں واضح احکامات بھی دے دیئے ہیں، ان سے بچنا تقویٰ کے درجہ میں آئے گا۔ اور وہ تمام امور جن سے یہ شک وشبہ بھی گزرے کہ ان سے حرام کام کا قُرب ہو جائے گا توان شکوک وشبہات سے ہر ممکن حد تک بچنا ورع کے درجہ میں آتا ہے۔ امام قشیری حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

"فَانَّهُ ترك الشبهات، وَقَالَ ابُو بَكْر الصديق رضى اللَّه عَنْهُ: كُنَّا ندع ----------الخ"[29]

بے شک شبہات کو ترک کرنا (ورع ہے)۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: ستر حلال دروازوں (امور) کو اس خوف سے چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں حرام میں داخل نہ ہو جائیں۔

متورع اللہ تعالیٰ کے علاوہ جو بھی چیز ہے اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ شرع کی مکمل پیروی کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر وہ امر جو اللہ سے دور کرنے کا ذرا سا بھی سبب بن رہا ہو اس کو ہر صورت ترک کرتا ہے۔ وہ امورِ خدواوندی میں تاویل سے کام نہیں لیتا۔ جو بات بھی دل میں کھٹکھا ڈالتی ہے، اس کو ہر صورت ترک کرتا ہے۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ تقویٰ اور ورع ایک حد تک مشترک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حدود کی پاسداری کرنا، گناہوں سے بچنا، احکامات الٰہی کی پابندی کرنا، محاسنِ اخلاق سے مزین ہونا، رذائلِ اخلاق سے دوری اختیار کرنا، مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، شریعت کی پیروی کرنا اس حد تک تو مشترک ہیں۔ ورع کا درجہ تقویٰ سے زیادہ ہے جس میں ہر اس امر سے بچنا ہے جس میں ذرا بھر بھی شک وشبہ پیدا ہو کہ وہ اللہ کی نافرمانی ہے یا اس کے قریب کر دے گا۔ شکوک وشبہات سے بچنا ورع ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] القرآن الكريم،3: 102۔

[2] علی بن محمدجرجانی،کتاب التعریفات،(بیروت:دار الکتب العلمیہ،1403ھ)، ج1،ص65۔

[3] احمد بن محمد،الكشف والبيان عن تفسير القرآن،(بیروت:دار احياء التراث العربی،1422ھ)،ج1،ص142۔

[4] ایضا ج1،ص144۔

[5] عمر بن محمد،عوارف المعارف،مترجم:ابو الحسن،(لاہور:ا داره اسلاميات، س ن)،ص571۔

[6] ثعلبی،الكشف والبيان عن تفسير القرآن، ج1،ص142۔

[7] کلبی،محمد بن احمد،التسیل لعلوم التنزيل،دار الارقم بن ابی الارقم۔بيروت، ص69۔

[8] ایضا۔

[9] محمد بن احمد، التسيل لعلوم التنزيل،(بیروت: دارالارقم بن ابی الارقم،1416ھ)،ص72۔

[10] سہل بن عبدالله،تفسير التستری،(بیروت:دارالكتب العلمية،1423ھ)، ص2۔

[11] محمد بن اسماعيل،الجامع الصحيح،(قاہرہ:دارطوق النجاة،1422ھ) ،رقم الحديث7۔

[12] احمد بن فارس،معجم مقاييس اللغہ،(بیروت:دارالفكر،1399ھ)، ج6،ص100۔

[13] جرجانی،کتاب التعریفات،ص252۔

[14] الحارث بن اسد،المكاسب والورع والشبہہ،(بیروت:دار الفكر،طبع اول،1992ء)، ص51۔

[15] عبدالله بن محمد، الورع،(بیروت:الدار اسلفية،طبع اول،1408ھ)، ج1،ص48۔

[16] ایضا ج۱،ص60۔

[17] سليمان بن الاشعث،سنن ابی داؤد،(بیروت:المكتبة العصريہ)رقم الحديث3329۔

[18] بخاری،الجامع الصحيح ، رقم الحديث52۔

[19] احمد بن محمد،معالم السنن،(حلب:المطبعة العلمية،طبع اول،1351ھ)، ج3،ص52۔

[20] بخاری،ا لجامع الصحيح، رقم الحديث 2052۔

[21] علی بن حلف،شرح صحيح البخاری لابن بطال،(رياض:المكتبة الرشد،1423ھ)،ج6،ص197۔

[22] احمد بن علی،فتح الباری شرح صحيح البخاری،(بیروت:دار المعرفة،طبع اول،1417ھ) ،ج4،ص295۔

[23] ایضا ج4، ص296۔

[24] محمد بن محمد،احياء علوم الدين،(بیروت:دارالمعرفة)،ج2،ص94۔

[25] شيخ عبدالقادر،فتوح الغيب،(لاہور:اداره اسلاميات)،ص51۔

[26] عبدالكريم بن ہوازن قشيری،الرسالہ القشيريہ،(قاہرہ:دار المعارف)،ج1،ص233۔

[27] ایضا ج1،ص235۔

[28] عبدالرحمٰن بن الجوزی،صفہ الصفوة،(مصر:دار الحديث،1421ھ)، ج1،ص303۔

[29] قشيری،الرسالہ القشيريہ،ج1،ص233۔